قانون کا احترام کرنا اور قانون شکنی سے بچنا اسلام کا ایک بنیادی حکم ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍جولائی ۱۹۷۶ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

دوست جانتے ہیں کہ گرمی میرے لئے ایک مستقل بیماری ہے چنانچہ پچھلے دنوں گرمی اور جگر کی خرابی کی وجہ سے دوران سر کا بڑا شدید حملہ ہوا کئی روز تک بڑی تکلیف رہی۔ اب پہلے سے نسبتاً افاقہ ہے لیکن چونکہ درس القرآن کلاس کے لئے ہمارے بچے اور بڑی عمر کے دوست بھی تشریف لائے ہوئے ہیں اس لئے مَیں اس وقت انہیں مختصراً کچھ کہنے کے لئے اور ان کی وساطت سے جماعت تک اس آواز کو پہنچانے کے لئے یہاں آ گیا ہوں۔ مَیں جو کچھ کہوں گا وہ سب کے لئے نصیحت ہے۔

پہلی بات تو مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چونکہ ایک کے بعد ایک دوسری نسل پیدا ہوتی ہے وہ بچپن گزار کر جوانی میں داخل ہوتی ہے اور پھر بڑی عمر کو پہنچ جاتی ہے۔ پھر وہ بھی اپنے اپنے وقت پر اسی طرح اس دنیا سے گزر جاتی ہے جس طرح ایک فلم نظر کے سامنے سے گزرتی چلی جاتی ہے۔ کچھ بنیادی باتیں ہیں جو بنیادی صداقتوں پر مشتمل ہیں۔ ان کو دہراتے رہنا اس لئے ضروری ہے کہ ایک نسل خواہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے والی ہی کیوں نہ ہو اگر آنے والی نسل یا کم عمر نسل جو بعد میں انسانی رَو (بہاؤ) میں شامل ہوتی ہے وہ اس حقیقت کو نہ سمجھے اور ان کے کانوں میں بار بار بنیادی باتیں نہ پڑیں تو حقیقت سے ان کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور

اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پس جو بنیادی صداقتیں ہیں جن کے متعلق بار بار کہنے کی ضرورت پڑتی ہے ان میں سے بعض کو مَیں اس وقت لوں گا کیونکہ ایک خطبہ میں سب پر کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا خصوصاً وہ خطبہ جو گرمی کا بیمار مختصراً دے رہا ہو۔

پس پہلی بنیادی بات جو بچپن میں ہمارے کانوں میں پڑی وہ یہ تھی کہ قانون شکنی نہیں کرنی لیکن اس وقت بڑوں کے مقام اور ان کی عزت و احترام کی وجہ سے ہم نے حکمت سمجھے بغیر اس کو صحیح تسلیم کر لیا۔ پھر جب بڑے ہوئے تو ہم نے اس مسئلہ پر غور کیا تو اس بنیادی صداقت کی حکمتیں بھی ہمارے ذہن نشین ہوگئیں اس وقت چونکہ میرے مخاطب بچے بھی ہیں اور بڑی عمر کے بھی ہیں اس لئے مَیں بچوں سے تو یہ کہوں گا کہ انہیں سمجھ آئے یا نہ آئے اسلام کی اس بنیادی صداقت کو مان لینا چاہیئے کیونکہ بڑی پر حکمت تعلیم ہے قرآن عظیم کی اِسے سمجھو اور دل میں گاڑ لو۔ یہ تعلیم اِس لئے دی گئی کہ مسلمانوں نے دنیا کے ہر ملک میں پہنچنا تھا جس وقت قرآن کریم نازل ہوا اس وقت گو اس کے مخاطب عرب کے لوگ ہی تھے لیکن ساتھ یہ بھی اعلان کیا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عالمین کے لئے ہے آپ کو رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِيْنَ بنا کر بھیجا گیا تھا۔ پس چونکہ دنیا کے ہر ملک میں مسلمان نے جانا تھا اس واسطے بچے کو تو یہ کہا گیا کہ قانون شکنی نہیں کرنی اور بڑے کو اس کی حکمت بھی بتا دی کہ تم نے ہر ملک کے شہری کی حیثیت میں زندگی گزارنی ہے۔ بعض ممالک اسلامی ہوں گے بعض کی حکومتیں غیر اسلامی ہوں گی۔ لیکن ہر وہ حکومت جو ایک شہری کے حقوق کو قائم کرتی اور ادا کرتی ہے تم نے قطع نظر اس کے کہ حاکم کون ہے اس اصولی تعلیم کو یاد رکھنا ہے کہ اُولی الامر کی اطاعت کرنی ہے۔

مَیں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں بہت سی ایسی باتیں بتائی تھیں آج مَیں پھر اُن میں سے ایک بات کو لے رہا ہوں۔ قرآن کریم کے الفاظ الٰہی انتخاب ہے۔ اس پر غور کریں تو بڑا لطف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حاکم وقت نہیں کہا بلکہ ’’اُولی الامر‘‘ کہا ہے۔ دراصل ایک قانون ہے اور ایک صاحب قانون ہے۔ اُولی الامر میں یہ دونوں باتیں آ جاتی ہیں۔ ایک امر یا حکم ہے جس کو ہم قانون کہتے ہیں جب وہ مدوّن ہو جائے۔ ملکی دستور یا قانون بن جائے تو وہی امر یا حکم ہے اور ایک صاحب حکم ہے۔ جہاں تک صاحب حکم کا تعلق ہے اُولی الامر کی رو سے اس کا

دائرہ اختیار نفاذِ حکم تک محدود ہے یعنی اس نے Execute کرنا ہوتا ہے یعنی حکم کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ پس جو شخص بھی قانون کی اطاعت کرے گا اس کو لازماً صاحب امر کی بھی اطاعت کرنی پڑے گی یہ اسلام کی بنیادی تعلیم ہے جس کا اثر چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو دنیا میں فساد پیدا ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہوتو اسلام کی تبلیغ کے راستے میں بڑی زبردست رکاوٹیں پیدا ہو جائیں۔ اگر ایسا نہ ہوتو وہ کشش اور جذب جو اسلام کا خاصہ ہے اور عرب یا مصر یا شام یا ہندوستان یا پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ نوعِ انسانی کو اپنی طرف کھینچنے والا ہے اُس کے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اس واسطے جہاں نوعِ انسانی کو اُمّت واحدہ کے ایک مقام پر کھڑا کر دیا گیا وہاں جو اندرونی حقیقت تھی یعنی وطن کی محبت اس کو ایمان کا حصہ بنا دیا گیا اور اس میں کوئی تضاد نہیں بلکہ اس میں دونوں باتوں کا ایک نہایت حسین اور نہایت پرلطف امتزاج ہے۔ دراصل اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے انٹرنیشنلزم اور نیشنلزم یعنی بین الاقوامی تصورات اور قومی نظریوں کے اندر ایک امتزاج پیدا کر دیا ہے ان میں ایک جوڑ پیدا کر دیا ہے۔ انسانی نظر اور اس کی بصیرت اسے دیکھ کر الجھتی نہیں کہ ان دونوں کا آپس میں ملاپ کیسے ہو گیا۔ اس لئے جو دوست بڑی عمر کے ہیں وہ سوچیں، ہم بھی جب بڑے ہوئے تھے تو اس مسئلے پر سوچا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمتیں بتا دیں تھیں۔

پس ایک تو مَیں اپنے بچوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم سے جو بڑی نسلیں یکے بعد دیگرے احمدیت میں شامل ہوئیں ان کو یہ تربیت دی گئی تھی کہ قانون کی اطاعت کرنی ہے انہوں نے یہ تربیت حاصل کی تھی کہ قانون شکنی نہیں کرنی اور جو شخص صاحب قانون ہے اس کی بھی اطاعت کرنی ہے کیونکہ وہ قانون کا نفاذ کرتا ہے اور اس طرح گویا ملک ملک کا قانون ملک ملک کے شہریوں کی جان و مال، عزت و آبرو اور دوسرے حقوق کی حفاظت کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ یہ اہمیت کے لحاظ سے ایک چھوٹا حکم ہے جسے مَیں نے بچوں کی عمر کے لحاظ سے ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے لیا تھا۔ گو یہ چھوٹے چھوٹے حکم ہیں لیکن ہیں بنیادی احکام میں سے اور ہر حکم کی پابندی کرنا اور اس کا ماننا اور اس سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے تاہم کوئی حکم چھوٹا ہے اور کوئی بڑا ہے قانون اور صاحب قانون کی اطاعت کرنا چھوٹے احکام میں

سے ہے گو یہ بھی ایک بنیادی حکم ہے لیکن جو بنیادی طور پر سب سے بڑا حکم ہے وہ شرک سے اجتناب ہے۔ اسلام نے جس طرح شرک کو بیان کیا ہے وہ بیان اپنے اندر ایک حُسن رکھتا ہے بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ حسن بیان اپنے کمال پر پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر قرآن کریم کی جو تفسیر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تشریح کی اس کا ایک کے بعد دوسرا ورق حسن سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ توحید باری کا اقرار اور شرک سے اجتناب کی تعلیم پہلو بہ پہلو چلتی ہے۔ اصل توحید باری ہے اور یہ مثبت پہلو ہے۔ شرک سے اجتناب منفی پہلو ہے۔ خدا تعالیٰ کو واحد و یگانہ ماننا اور اسے تمام صفات حسنہ سے متصف تسلیم کرنا اور اس کے متعلق یہ یقین رکھنا کہ کوئی کمزوری اور عیب اور نقص اس کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا، توحید حقیقی ہے اور یہ جان ہے دو چیزوں کی ایک مذہب کی جان ہے اور ایک انسان کی جان ہے۔ کیونکہ اگر توحید نہ ہو۔ اگر توحید کو سمجھا اور خدا تعالیٰ کی صفات کی معرفت حاصل نہ کی جائے تو پھر انسان کو پیدا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جب یہ کہا گیا **لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** (موضوعاتِ کبیر) تو یہ بھی کہا گیا کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا موحد دنیا میں پیدا کرنا خدا کو منظور نہ ہوتا تو دنیا پیدا نہ کی جاتی۔

پس توحید حقیقی اور توحید خالص ایک طرف مذہب کی روح اور جان ہے اور دوسری طرف انسان کی روح اور اس کی جان ہے۔ توحید پر قائم ہو جانا اور قائم رہنا انسانی زندگی کا اولین مقصد ہے۔ ہماری سب دینی اور مذہبی جدوجہد اسی کے گرد گھومتی ہے باقی تمام فروعات ہیں۔ یہی ایک نقطہ ہے جو ہماری زندگی کا بھی مرکزی نقطہ ہے اور مذہب کا بھی۔ جب ہم مذہب کا نام لیتے ہیں تو اس سے ہماری مراد اسلام ہے توحید حقیقی کا اقرار اسلام کا مرکزی نقطہ ہے۔ اسلام کے اس مرکزی نقطے کے گرد ہماری زندگی کا ہر لحہ طواف کرتا ہے۔ یہی ہماری زندگی کا مرکزی نقطہ ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ یہ توحید نہیں ہے کہ بعض لوگ خدائے واحد و یگانہ پر ایمان لانے کا اعلان بھی کرتے ہیں اور قبروں پر سجدہ کرنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ یہ توحید نہیں ہے یہ توحید کا چھلکا ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ خدائے واحد و یگانہ پر جو تمام قدرتوں کا مالک ہے اور جس کے حکم کے بغیر درخت کا ایک پتہ بھی زمین پر نہیں گرتا اُس پر ایمان بھی

لاتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ ان کی کوششیں اپنے طور پر ثمر آور ہو جائیں گی۔ گویا انہیں خدا تعالیٰ کی مہربانی، اس کی رحمت اور اس کے فضل کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ توحید کا اقرار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی کامل معرفت انسان پر کامل فنا طاری کر دیتی ہے۔

پس اے عزیز بچو! اللہ تعالیٰ پر کامل معرفت تمہیں یہ بتاتی ہے اور خدا کا یہ حکم یاد دلاتی ہے کہ تدبیر کرو۔ اپنے وقتوں کو علم سیکھنے میں گزارو۔ اس لئے تم اپنے وقت علم سیکھنے میں گزارتے ہو لیکن علم کا حاصل ہونا خدا تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ممکن نہیں ہے یہ توحید ہے۔ یہ سمجھ لینا کہ ہم خدا تعالیٰ کی ہر آن رحمت سے یا اس کی نزول رحمت سے بے نیاز ہو کر اپنی عقل سے اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں یہ توحید نہیں ہے۔ توحید یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ میرے رب نے اپنی رحمت سے مجھے عقل دی اور میں دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی رحمت سے عقل کے صحیح استعمال کی مجھے توفیق عطا فرمائے اور جب مجھے یہ توفیق عطا ہو جائے تو اس کا جو نتیجہ نکلنا چاہیئے وہ اپنے فضل سے خود آسمانوں سے حکم نازل کر کے نکالے۔ یہ ہے توحید جس کا حقیقی اقرار ضروری ہے۔ دولت ہے، دنیوی اقتدار ہے۔ ہزاروں چیزیں ہیں جو انسان کی راہ میں بت بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ان کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے اِدھر اُدھر پھینک دینا اور توحید خالص کی راہ پر آگے سے آگے بڑھتے چلے جانا یہ ہر احمدی مسلمان کا فرض ہے شرک سے بچنا اور خدا کے لئے خدا کے حضور سب کچھ پیش کر دینا ہی اسلام ہے۔ یہ قربانی بھی اسی طرح ہونی چاہیئے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جذباتی لحاظ سے اور ان کے بیٹے نے ہر لحاظ سے سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ خدا کی رضا کے لئے اپنی گردن جھکا دی تھی اور کہا تھا اگر خدا کا یہ حکم ہے تو مجھے ذبح کر دیں۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تو کوئی بحث نہیں چلی کہ پہلے مذاہب نے تو یہ حکم نہیں دیا یا اخلاقی طور پر اس کی یہ مضرتیں ہیں یا انسان کے جو بنیادی حقوق ہیں یہ حکم اس کے خلاف ہے۔ غرض کوئی بحث ہی نہیں کی اور فیصلہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا اور خدا تعالیٰ نے یہی فیصلہ کیا کہ تم نے اپنی مرضی سے اپنا سب کچھ میرے حضور پیش کر دیا اور میں اپنی مرضی سے یہ سب کچھ پھر تمہیں واپس لوٹاتا ہوں۔ جن قربانیوں کا میں مطالبہ کروں گا وہ اس سے مختلف اور اس سے بڑی ہوں گی اور وہ قربانیاں تمہیں دینی پڑیں گی میں نے پہلے بھی

بتایا ہے کہ وہ بڑی قربانی جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ دینی پڑی یہاں تک کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے اور پھر اولاد ابراہیم علیہ السلام آپ کی خدمت میں لگ گئی اور انہوں نے خدا کی توفیق اور اس کی رحمت سے دنیا میں نوع انسانی کے حق میں ایک انقلاب عظیم بپا کر دیا۔

غرض توحید خالص پر قائم رہنا اور شرک سے پورا اجتناب ضروری ہے ایسی صورت میں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اطاعت امیر کرنی ہے اور قانون شکنی نہیں کرنی تو یہ ایک دوسرے کے متضاد نہیں کیونکہ ہم حکومت وقت کے اس لئے وفادار نہیں کہ ہم کسی سے ڈرتے ہیں بلکہ اس لئے اطاعت کرتے ہیں کہ خدا کہتا ہے حکومت وقت کے وفادار رہو۔ اسی طرح ہم قانون شکنی سے بچتے ہیں اور قانون کی اطاعت کرتے ہیں اس لئے کہ خدا نے قرآن کریم میں کہا ہے کہ تم قانون کی اطاعت کرو اور چونکہ قرآن کریم حکمتوں سے پر کتاب ہے۔ قرآن کریم نے ہر بات کی حکمت بھی بتا دی ہے پس ہم علیٰ وجہ البصیرت قانون شکنی سے پرہیز کرنے والے اور قانون کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ ویسے تو ہر ملک کی ایک بہت بھاری اکثریت قانون کی اطاعت کرتی ہے اور حاکم وقت کی مطیع اور تابعدار ہوتی ہے لیکن ان میں سے اکثر علیٰ وجہ البصیرت سوچ سمجھ کر اطاعت نہیں کر رہے ہوتے بلکہ کوئی ڈر کے مارے کر رہا ہوتا ہے۔ کوئی لالچ میں کر رہا ہوتا ہے۔ کوئی کسی نیت سے اور کوئی کسی نیت سے اطاعت کر رہا ہوتا ہے۔ اس وقت اس کی تفصیل میں جانے کا وقت نہیں۔ لیکن ایک مسلمان احمدی اس لئے اطاعت کر رہا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسے سمجھایا ہے کہ اگر تم میرا یہ حکم مانو گے تو میری طرف سے تمہیں جزا ملے گی۔ تمہیں ثواب ملے گا۔ تمہاری زندگی کی خوشحالی کے سامان پیدا ہوں گے۔ اس لئے کسی پر احسان جتائے بغیر، حاکم وقت پر احسان جتائے بغیر ایک احمدی حکومت وقت کی اطاعت کرتا ہے۔ حاکم وقت سے کسی چیز کو حاصل کرنے کی خواہش اس کے دل میں پیدا نہیں ہوئی گویا وہ یہ نہیں چاہتا کہ کسی کی ایسے رنگ میں اطاعت کروں گا اور ساتھ خوشامد بھی کروں گا تو مجھے فلاں چیز مل جائے گی۔ یہ نہیں ہوگا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور نوع انسانی جو اس کی مخلوق ہے اس کو فساد سے بچانے کے لئے احمدی مسلمان امر کی اطاعت کرتا ہے اور اُولی الامر کی اطاعت کرنے والا ہے۔

پس اس میں کوئی تضاد نہیں ہے یہ میرے مضمون کے پہلے حصے یعنی توحید کے عین مطابق ہے۔ اگر قرآن کریم میں کوئی اور حکم ہوتا تو ہم اس کے مطابق عمل کرنے والے ہوتے لیکن قرآن کریم نے کہا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء: ۶۰) اس لئے ہم قانون کی اطاعت کرنے والے ہیں قانون کو ہاتھ میں لینے والے نہیں اور قانون کو توڑنے والے نہیں اور جو صاحب قانون ہے یعنی جسے ہم ''اولی الامر'' کہتے ہیں اس کی بھی اطاعت کرنے والے ہیں اور یہ اس لئے کہ یہ بھی ایک پہلو ہے توحید کے قائم کرنے کا کیونکہ توحید خالص تقاضا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی ہر پہلو سے اطاعت کی جائے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں احکام میں سے ایک حکم ہے۔ پس جیسا کہ میں بتا چکا ہوں بچوں کے لئے اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ قانون ہاتھ میں نہیں لینا قانون توڑنا نہیں۔ قانون کا احترام کرنا ہے۔ قانون کی عزت کرنی ہے۔ قانون شکنی نہیں کرنی۔ قانون کی اطاعت اور تابعداری کرنی ہے اور اس طرح اولی الامر کی لیکن جو سمجھدار اور پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ خود سوچیں۔ کچھ حکمتیں تو میں نے بتا دی ہیں باقی وہ خود مطالعہ کریں اور غور کے بعد معلوم کریں۔ بڑی حکمتیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے بلکہ ابھی تک سب سے گہری حکمت جو میرے دماغ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ (موضوعات کبیر) والا حصہ نہ ہوتا تو جو اس زمانے میں اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس قدرت کا اظہار کرنا تھا یعنی یہ کہ مختلف ملکوں میں بسنے والے انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں وہ ممکن نہ ہوتا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ جس طرح پرانے زمانہ میں بڑے بڑے پتھر رکھ کر قلعوں کی دیواریں بنائی جاتی تھیں۔ اُسی طرح ہر ایک ملک کے باشندوں کا اکٹھے ہو کر بڑے بڑے مضبوط پتھر بن جانا اور اس طرح نوع انسانی کا ان مضبوط پتھروں کے ملاپ سے امت واحدہ بن جانا بڑا عظیم کام ہے اور ہم پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے لیکن یہ اس وقت میرے مضمون کا حصہ نہیں تیسری بات جو اس وقت مَیں طلبائے درس القرآن کلاس کو کہنا چاہتا ہوں وہ علمی لحاظ سے کچھ حاصل کرنے سے متعلق ہے۔ تمام طلباء و طالبات یہاں کچھ علم سیکھنے کے لئے آئے ہیں علم سرچشمہ ہے عمل کا اس لئے وہ یہاں جن اچھی باتوں کا علم سیکھیں اس کے

متعلق اپنے دل میں یہ عہد کریں کہ اپنی بھلائی کی خاطر اپنی زندگی میں اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

’’تم اگر پاک علم کے وارث بننا چاہتے ہو تو نفسانی جوش سے کوئی بات منہ سے مت نکالو کہ ایسی بات حکمت اور معرفت سے خالی ہوگی‘‘

پس علم سیکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو بات ہم منہ سے نکالتے ہیں وہ سوچ سمجھ کر نکالیں اور اپنے نفسوں کے جوش کو اپنے قابو میں رکھیں جوش ایک طبعی چیز ہے جو طبعی چیز ہے اسلام کا یہ حکم نہیں کہ اسے فنا کر دیا جائے۔ جو طبعی چیز ہے وہ خدا کی عطا ہے اس لئے وہ غلط نہیں ہو سکتی جس چیز کا خطرہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے انسان اس کا استعمال غلط طور پر کر لیتا ہے انسانی طبیعتوں کے اندر ایک جوش ایک جذبہ اور ایک احساس پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو کچھ کرنا چاہیئے میں جماعت احمدیہ کے ہر چھوٹے اور بڑے سے کہتا ہوں کہ تم اس جوش کو اپنے دائرہ کے اندر رکھو اس کو بے لگام مت چھوڑو تا کہ تمہارے جوش اسلام کی خدمت میں خرچ ہوں۔ تمہارے جوش نوع انسان کی بھلائی کے لئے خرچ ہوں۔ تمہارے جوش لوگوں کی ایذاء پر منتج نہ ہوں تمہارا جوش زبان سے بھی نکلتا ہے ہاتھ سے بھی نکلتا ہے بلکہ اشاروں سے بھی انسان اپنے جوش کا اظہار کر دیتا ہے لیکن ہر وہ اظہار جوش جو غلط طور پر کیا جاتا ہے وہ انسان کو حکمت کے سرچشمہ سے دور لے جاتا ہے۔

پس مَیں طلبائے درس القرآن سے کہوں گا کہ انہوں نے اسلامی تعلیم کے مطابق صحیح اور حقیقی علم سیکھنا ہو اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم کے مطابق صحیح اور حقیقی علم ہو تو اس سے ہماری مراد محض دینی علم ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ سب دینی و دنیوی علوم مراد ہیں جن پر عمل کر کے انسان قرآنی تعلیم کی رو سے حسنات دنیا اور حسنات آخرت کا وارث بنتا ہے یہ حسنات تبھی ملتی ہیں جب صرف جوش ہی جوش نہ ہو دنیا میں جتنے اچھے عالم محقق اور موجد گزرے ہیں ان کی سوانح سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے ٹھنڈے دل اور دماغ کے مالک تھے اور جوش میں آ کر کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے میں نے دیکھا ہے اور مجھے بڑی حیرانی ہوتی ہے کہ بعض دفعہ بعض احمدی بھی جوش میں آجاتے ہیں کوئی حوالہ مل جاتا ہے تو وہ چھلانگ لگا کر اس کا غلط استدلال کر

لیتے ہیں ایسا حوالہ کسی کام کا نہیں نہ ہمارے کام کا اور نہ کسی اور کے کام آ سکتا ہے۔

غرض ٹھنڈے دماغ سے سوچ کر اور سمجھ کر اور پھر نتائج نکالنا یہ چیز تبھی ممکن ہے جب انسان اپنے جوش کو قابو میں رکھے وہی شخص دنیا میں ترقی کرتا ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے آج کی دنیا دنیوی علوم میں بہت ترقی کر گئی ہے احمدی نوجوان نے انشاء اللہ و بفضلہٖ تعالیٰ ان سے آگے نکلنا ہے اور آج کی دنیا دین کے میدان میں بہت پیچھے رہ گئی ہے اور دین کے میدان میں اس کو آگے لانا ہے ایک احمدی نے اپنی دعاؤں کے ساتھ اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے اور تکبر کے کسی پہلو کو بھی قریب نہ پھٹکنے دے کر۔

پس جو تکبر اور فخر اور غرور ہے یہ ہمارے حصہ میں نہیں اور ہم خوش ہیں اور الحمد للہ کہتے ہیں کہ ہمارے حصہ میں نہیں ہمارے حصہ میں عاجزی، انکساری فروتنی ہمدردی اور غمخواری ہے اور ہم الحمد للہ پڑھتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ یہ ہمارے حصہ میں آئے اور خدا کرے کہ یہ ہمیشہ ہی ہمارے حصہ میں رہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰؍جولائی ۱۹۷۶ء صفحہ ۲ تا ۵)